AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

A Research Review of Jurisprudential Opinions in the Jurisprudence The Rulings of the new Partnership.

فقہ احکام الشرکۃ الجدیدۃ میں فقہی آراء کا تحقیقی جائزہ

Muhammad Arif Malik
PhD Scholar, Department of Islamic Studies The Islamia University of Bahawalpur
arifmalik0301@gmail.com
Dr Muhammad Muavia Khan
Assistant professor**,** Department of Islamic Studies The Islamia University of Bahawalpur RYK Campus
muavia.khan@iub.edu.pk

Abstract

The transformation of traditional partnership concepts under the influence of modern financial and commercial systems has introduced numerous new challenges for Islamic jurisprudence. This research aims to analyze contemporary forms of partnership (Shirkah) in light of classical and modern Islamic legal thought, in order to propose viable Shariah-compliant alternatives for today's economy. The study elaborates on classical types of partnership such as Shirkat al-'Inan, Mufawadah, Abdan, Mutanaqisah, and Milk, and compares them with modern corporate structures including private limited companies, public limited companies, corporate partnerships, and shareholding models. Core issues such as profit and loss distribution, partner responsibilities, decision-making authority, and financial transparency are thoroughly examined from a juristic perspective. The research is grounded in the classical positions of the four major Islamic schools of thought (Hanafi, Maliki, Shafi'i, Hanbali) along with the contemporary views of renowned scholars such as Mufti Taqi Usmani, Dr. Wahbah al-Zuhayli, and Dr. Yusuf al-Qaradawi. In addition, resolutions of the International Islamic Fiqh Academy and other modern fiqh institutions are presented as authoritative references. The findings suggest that although classical jurisprudence discusses only a limited number of partnership types, contemporary partnerships can be adapted within the framework of Shariah through sound ijtihad (independent reasoning), provided they remain free from riba (interest), gharar (excessive uncertainty), fraud, and injustice. The study emphasizes that Islamic jurisprudence, due to its flexibility and rich legacy of ijtihad, not only addresses historical issues but is also fully capable of responding to the evolving needs of the modern economic world. Therefore, it is imperative that Islamic jurists and economists collaboratively develop practical, Shariah-

compliant financial models that address the demands of contemporary financial systems while upholding the ethical principles of Islam. This intellectual and practical endeavor is essential to position Islamic jurisprudence as a living and effective legal system.

Keywords: Islamic Jurisprudence, Modern Partnerships, Shirkah Mutanaqisah, Islamic Commercial Law, Ijtihad, Corporate Structures in Shariah, Profit and Loss Sharing, Islamic Finance, Fiqh of Partnership and Shariah-Compliant Business Models.

تمہید:

شرکت (Partnership) اسلامی فقہ میں ایک اہم اور بنیادی تجارتی معاہدہ ہے، جس میں دو یا زیادہ افراد اپنے مال، محنت یا صلاحیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ شریک کرتے ہیں تاکہ کسی تجارتی یا کاروباری مقصد کو پورا کیا جاسکے۔ اس معاہدے کی شرعی حیثیت اور اس کی شرائط پر مذاہب خمسہ میں مختلف فقہی آراء پائی جاتی ہیں، لیکن ان تمام میں ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ دونوں فریقوں کے درمیان نفع اور نقصان کی واضح تقسیم اور رضامندی ضروری ہے۔ جدید شرکت کا تصور ایک طرف تجارتی معاملات میں لوگوں کو آپس میں تعاون کرنے کی اجازت دیتا ہے، تو دوسری طرف اس میں شرعی اصولوں کی پابندی بھی ضروری ہوتی ہے۔ اس میں شریکوں کی سرمایہ کاری، محنت، اور نفع و نقصان کی تقسیم کو واضح طور پر طے کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ کسی بھی قسم کا تنازعہ نہ ہو۔ جامعیت کی بنیاد پر، تمام مذاہب میں شریکوں کے درمیان منفعت کا تعین، نفع و نقصان کی تقسیم، اجرت کا طے ہونا اور رضامندی ضروری قرار دی گئی ہے۔ یہ معاہدہ اسلامی معاشی نظام میں ایک اہم جزو ہے جو معاشرتی اور تجارتی تعاون کے اصولوں پر مبنی ہے اور یہ تجارتی معاملات میں عدلیہ کے فیصلوں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اسلام میں اس معاہدے کے ذریعے جدید ترین اقتصادی اور تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اخلاقی اصولوں کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ اس سے معاشرتی انصاف اور اقتصادی توازن قائم رہ سکے۔

شرکت کے معنی و مفہوم:

شرکت کا معنی بیان کرتے ہوئے مولوی فیروز الدین اپنی معروف کتاب فیروز اللغات میں لکھتے ہیں کہ:

شراکت عربی کا لفظ ہے۔ اسم ہے اور اسم کا مصدر یعنی مادہ شرک ہے۔ مطلب حصہ داری یا ساجھا ہے جبکہ شراکت نامہ وہ ہوتا ہے۔ کہ جس میں ساجھے کی کیفیت درج ہو اور اس صورت میں یہ مذکر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔، یعنی دو یا زیادہ افراد کا اپنے مال، محنت یا صلاحیتوں کو کسی مشترکہ مقصد کے لیے یکجا کرنا"۔(1)

عربی زبان کے لفظ "شرکہ کا "مادہ "ش، ر، ک" ہے۔ جو اپنی مختلف بناوٹوں کے ساتھ ملتے جلتے معانی استعمال ہوتے ہیں۔ مثلا:

شَرِکَ: شریک بنے یا کسی کو اپنے کام میں شریک کرنا۔، شَارک: باہم شریک ہونا۔، الشریک: شریک، حصہ دار، ساجھی۔، اِشتراک: مل جانا۔، المشترک: وہ چیز جس میں دو یا دو سے زیادہ شرکت ہو۔، الشرکۃ: شریک ہونا، المشارکۃ: باہم شریک ہونا اور ایک دوسرے کا حصہ بنا۔(2)

لغوی اعتبار سے شرکت کی یوں تعریف کی گئی ہے۔

"الشركة: اختلاط النصيبين، فصاعد بحيث لا يتميز. ثم أطلقاسم الشركة على العقد، وإن لم يوجد اختلاط النصيبين"۔(3)

"دو یا دو حصوں کا اس طرح باہم مخلوط ہو جانا کہ اس میں تمیز نہ ہو۔ پھر اس کا

اطلاق ایک عقد پر ہونے لگا بشرطیکہ اس میں دو حصے مخلوط نہ پائے جائیں"۔

" عقد بين اثنين، فأكثر، للقيام بعمل مشترك"۔(4)

"دو افراد یا زیادہ افراد کے درمیان ایک مشترک کام کرنے کا معاملہ شرکت کہلاتا ہے"۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی طور پر فقہاء نے مشارکہ کی مختلف تعریفات کی ہیں جو کہ تقریباً ہم معنی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

علامہ ابن قدامہ کے بقول:

"الإجتماع في إستحقاق أو تصرف "۔(5)

"کسی چیز کے استحقاق (حق ملکیت) یا اس کے تصرف میں (دو یا دو سے زائد افراد کا) جمع ہو جانا"۔

یعنی دو یا دو سے زائد افراد مل کر کوئی چیز خریدیں یا اس کی ملکیت بغیر کسی معاہدہ کے دونوں کو مل جائے، یا دو یا دو سے زائد افراد مل کر سرمایہ لگا کر کوئی کاروبار شروع کریں اور اس کے منافع میں حصہ دار بنیں۔

ابن عرفہ کے نزدیک:

"تقرر متمول بين مالكين فاكثر ملكا فقط"۔(6)

"دو مالکوں یا زیادہ کے درمیان کسی متقوم شئ کی ملکیت کا مقرر ہو جانا"۔

مشارکہ "از روئے قرآن مجید

قرآن مجید میں بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۤءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ"۔(7)

"اللہ نے ایک مثال بیان کی ہے ایک غلام ہے جس میں کئی ضدی شریک ہیں اور ایک غلام سالم ایک ہی محیص کا ہے کیا دونوں کی حالت برابر ہے سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے مگر ان میں سے اکثر ہیں سمجھے جاتے"۔

"وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۔ہٰرُوْنَ اَخِي۔اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ۔وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ"۔(8)

"اور میرے لیے میرے کنبے میں سے ایک معاون بنا دے۔ ہارون کو جو میرا بھائی ہے۔

اس سے میری کمر مضبوط کر دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے"۔

"مشارکہ "از روئے احادیث

اسلام کے ابتدائی دور میں تجارت کی مختلف قسمیں رائج تھیں۔ ان میں مشارکہ اور مشارکہ کے اصولوں پر بھی تجارت کی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف مشارکہ کو پسند فرمایا بلکہ دوسروں کے ساتھ مشارکہ کی بنیاد پر کاروبار بھی کیا۔ جن میں سے چند احادیث مذکور ہیں:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: یقول اللہ تعالیٰ: انا ثالث الشریکین مالم یخن احدھما"۔(9)

"رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک دو شرکاء میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے میں ان دونوں کا تیسرا ساتھی بن جاتا ہوں"۔

"عن النبی ﷺ : ید اللہ مع الشریکین مالم یتخاونا، فاذا تخاونا محقت تجارتھما فرفعت البرکۃ منھا"۔(10)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ ان حصہ داران کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ خیانت نہ کریں، پس اگر وہ خیانت کریں گے تو ان کی تجارت مٹادی جائے گی، اور اس میں برکت ختم ہو جائے گی"۔

مشارکہ کی شرائط:

۱۔ باہمی رضامندی:

قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق آپس کے لین دین کے معاملات میں باہمی رضامندی بنیادی شرط ہے۔

"إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم"۔(11)

مشارکہ کے لیے بھی باہمی رضامندی اسی طرح لازم ہے۔

۲۔ فریقین کا بالغ ہونا:

معاہدہ مشارکہ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ معاہدہ مشارکہ کے فریقین طبعی عمر کے لحاظ سے بالغ ہوں۔

۳۔ عاقل ہونا:

فریقین کا ذہنی بلوغت کے ساتھ ساتھ معاملات کے بارے میں سمجھدار ہونا بھی ضروری ہے۔

۴۔ کاروبار کا جائز ہونا:

کسی ناجائز کا کاروبار میں مشارکہ ناجائز ہے۔

۵۔ نفع کی شرح کا تعین:

کاروبار شروع کرن سے پہلے نفع کی شرحوں کا تعین کر لینا ضروری ہے۔

۶۔ نقصان کی ذمہ داری:

کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں فریقین اپنی سرمایہ کی شرح سے نقصان کو برداشت کریں گے۔12

مشارکہ کی بنیادی شرائط

مشارکہ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ شرط وکالت۔

مشارکہ کے معاملہ میں صاحب مال اور دوسرے شریک کیں ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو وکالت کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے سرمایہ کار کے سرمائے کے استعمال سے لامحالہ سہی مطلب نکلتا ہے کہ سرمایہ کار وکیل مقرر کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دوسرے شریک وکیل نے کا اہل ہو"۔(13)

۲۔ مال میں اہلیت۔

"مشارکہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مال یا سرمایہ جو مشارکہ میں معاہدہ کی بنیاد بن رہا ہو، اس قابل ہو کہ راس المال بن سکے۔ ممکن ہے کہ وہ بال، مال تجارت بھی ہو، سرمایہ بھی ہو، لیکن راس المال نہ بن سکے۔ مثلا سرمایہ دار کسی محنت کار سے کہے کہ میرے ایک لاکھ روپے جو فلاں کے ذمہ واجب الادا ہیں،

انہیں راس المال بنا کر تجارت شروع کرو تو یہ جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے دوسرے شریک وہ موصول نہ کر سکے۔ پس سرمائے میں راس المال بننے کی اہلیت موجود نہیں لیکن دوسرے شریک یہ شرط قبول کرتے ہوئے مقروض سے وہ رقم وصول کر کے کاروبار شروع کر دے تو یہ جائز ہو جاتا ہے"۔(14)

۳-راس المال کا قابل انتقال ہوا۔

"مشارکہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ راس المال معلوم اور قابل انتقال ہو اور فریقین کے حصے متعین کر دیے گئے ہوں، جیسے نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں، یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے، یا ایک اور دو تہائی کی نسبت سے منافع تقسیم ہو تو یہ جائز ہے۔ یہ چیزیں طے شدہ نہ ہوں تو نفع میں دونوں کا حص برابر برابر ہوتا ہے"۔(15)

مشارکہ کے ارکان

"مشارکہ عقد یا معاہدہ کی ایک قسم ہے۔ فقہاء کے نزدیک اس کے ارکان وہی ہیں جو عقد یا معاہدہ کے ہیں۔ سرمایہ کار جب دوسرے شریک کو سرمایہ فراہم کر دے تو ایجاب و قبول واقع ہو جاتا ہے۔ لہذا احناف کے نزدیک عقد کا صرف ایک رکن ہونے کے باعث مشارکہ کا معاہدہ مل ہو جاتا ہے۔ ایجاب و قبول الفاظ ادا کرنے سے بھی ہو سکتے ہیں اور الفاظ وہی ہوں گے جو مشارکہ کا مفہوم ادا کرتے ہوں"۔(16)

مشارکہ منعقد ہونے کے لیے ایجاب و قبول ضروری ہے۔ مشارکہ کا عقد کرتے وقت اگر کوئی قید نہیں لگائی گی تو یہ مطلق مشارکہ ہے اور اگر مدت، مکان، تجارت کی قسم، مخصوص بائع اور خریدار کی اگر قید لگا دی گئی تو یہ مشارکہ مقیدہ کہلائے گی اور قید کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

احناف کے نزدیک مشارکہ کا ایک رکن صیغہ، بین ایجاب اور قبول ہے۔ جمہور فقہاء کے خیال میں مشارکہ تین ارکان سے عبارت ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ فریقین، جو سرمایہ کار اور عامل، یعنی کاروبار کرنے والے ہیں

۲: معقود علیہ، اس سے مراد وہ شے ہے جس کے بارے میں معاہدہ کیا جا رہا ہو۔ معقود علیہ میں سرمایہ، عمل اور منافع تین اجزاء شامل ہوتے ہیں جن پر فریقین معاہدہ کرتے ہیں

۳: صیغہ جو ایجاب اور قبول پر مشتمل ہوتا ہے شافعی مکتب فکر دوسرے رکن کے تفصیلی اجزاء میں سے ہر ایک کو مستقل رکن قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک ارکان کی تقسیم قدرے مختلف ہے۔ جو پانچ ارکان پر مشتمل ہے۔

ا۔ اس سال جو سرمایہ ہو سکتا ہے اور مال تجارت بھی یہ سرمایہ کار کی طرف سے فراہم ہوتا ہے۔

۲۔ عمل، اس میں دوسرے شریک کی ذہنی، جسمانی اور تنظیمی محنت شامل ہوتی ہے۔ اس سے منافع، اخراجات نکال کر اصل زر کے باقی رہتے ہوئے مال میں اضافہ نفع کہلاتا ہے۔

۴-صیغہ ایجاب اور قبول پر مشتمل ہوتا ہے۔

۵-عاقدان یعنی سرمایہ کار اور محنت کش عامل یا دوسرے شریک پر مشتمل ہوتے ہیں۔17

مشارکہ کی اقسام

مشارکہ کی بنیادی طور پر دو قسام ہیں:

(1)شرکۃ الملک.(2)شرکۃ العقد۔

(1)شرکۃ الملک

"اس سے مراد یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی چیز کی ملکیت میں شراکت دار ہوں"۔(18)شرکۃ الملک میں یہ ضروری نہیں کہ دونوں کی شراکت داری برابر ہو۔اور اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ شراکت داری کا سبب خرید و فروخت بھی ہو، بلکہ وصیت یا ہدیہ وغیرہ کے ذریعہ بھی دو یا دو سے زائد افراد کسی چیز کی ملکیت میں شریک بن سکتے ہیں۔

(2)شرکۃ العقد

"عقد کا مطلب ہے معاہدہ، اس سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس کے ذریعہ دو یا دو سے زائد افراد مال میں یا عمل میں یا دونوں میں شریک (پارٹنر) بنتے ہیں، اور تمام شرکا کو مال یا عمل میں تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، اور شراکت داری سے وجود میں آنے والے کاروبار و تجارت کا منافع طے شدہ تناسب کے مطابق تمام شرکاء میں تقسیم ہوتا ہے اسے (Joint Commercial Enterprise) کہا جاتا ہے"۔(19)

شرکۃ العقد کی فقہائے کرام نے مزید چند اقسام بھی بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

شرکۃ المال

تجارت کی یہ قسم مالی شراکت کے تناسب، اور حق تصرف کے لحاظ سے دو اقسام پر مبنی ہے:

شرکۃ العنان

"اس سے مراد ایسی شراکت داری ہے جس میں مالی، عملی شراکت داری کا تناسب، حق تصرف، منافع کی تقسیم برابری کی سطح پر نہ ہو، یعنی کسی شریک کا مال زیادہ ہو، کسی کو تصرف کا اختیار زیادہ دے دیا جائے، اسی طرح کسی شریک کو دیگر شرکاء کی نسبت زیادہ منافع ملے۔ البتہ خسارہ کی صورت میں ہر شریک اپنے مالی شراکت داری کے حساب سے نقصان برداشت کرتا ہے"۔(20)

شرکۃ المفاوضۃ

"اس سے مراد ایسی شراکت داری ہے جس میں تمام شرکاء مالی، عملی شراکت داری، حق تصرف، منافع کی تقسیم اور خسارہ اٹھانے میں برابر ہوں، اس کے شرعی حکم میں اختلاف ہے، اور راجح یہی ہے کہ شرکۃ المفاوضۃ ناجائز ہے"۔(21)

شراکۃ العمل

ایک شریک کی جانب سے مال اور دوسرے شریک کی جانب سے عمل اس شراکت داری کو اصطلاحا مضاربہ کہتے ہیں۔

عند الاحناف مشارکہ کی اقسام

حنفیہ کے نزدیک مشارکہ کی دو اقسام ہیں

ا۔شرکۃ الملک

"اس مشارکہ میں دو یا زائد افراد کسی شے یا جائیداد میں ملکیت کے حقوق کی بناء پر شریک ہوتے ہیں۔ یہ مشارکہ دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ جبری مشارکہ یعنی جس پر انسان کا اپنا اختیار نہیں ہوتا۔ اور وہ دوسرے کے ساتھ شریک ٹھہرتا ہے۔ مثلاوراثت۔ دوسرے اختیاری مشارکہ جس میں ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اپنے اختیار اور مرضی سے شریک ہوتا ہے مثلا دو افراد مل کر اراضی خریدتے ہیں"۔(22)

۲- شرکۃ المفقود

"مشارکہ کی اس قسم میں دو فریق ایک دوسرے کے ساتھ معاہدہ (عقد) کر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس کی تین اقسام ہیں۔

1۔ مشارکۃ المال

2۔ مشارکۃ الابدان

3۔ مشارکۃ الوجوہ۔

ان میں سے ہر ایک کو پھر دو حصوں مشارکۃ المفاوضہ اور مشارکۃ العنان میں تقسیم کیا گیا ہے"۔(23)

(الف) مشارکۃ المال

مشارکۃ المال میں دو یا دو سے زیادہ فریق معین مال کے ساتھ منافع کمانے کی غرض سے ایک دوسرے کے ساتھ منافع کی نسبت طے کر کے شریک ہوتے ہیں۔

اس کی دو اقسام ہیں:

ا) **مشارکۃ المفاوضہ**

2) **مشارکۃ العنان**

ا۔ مشارکۃ المفاوضہ

مشارکہ مفاوضہ میں دو یا زائد فریق مساوی بنیادوں پر ایک دوسرے کے ساتھ مشارکہ کرتے ہیں۔

اس کی شرائط درج ذیل ہیں:۔

1۔ فریقین کا نقد سرمایہ مساوی ہو۔ 2۔ ہر فریق دوسرے کا نمائندہ ہو

3۔ فریقین عاقل ہوں 4۔ بالغ ہوں۔

5- نفع و نقصان مساوی بنیادوں پر تقسیم ہو گا۔ 6۔ ایک ہی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔

7۔ ہر حصہ دار دوسرے کی ذمہ داری پر اپنے معاملات عمل کے لیے جواب دہ ہو۔ 8۔ آزاد ہوں۔(24)

۲۔ مشارکۃ العنان

"مشارکۃ العنان میں دو یا دو سے زیادہ فریق ایک دوسرے کے ساتھ مشارکہ کا معاملہ غیر مساوی بنیادوں پر کر سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں مشارکۃ المفاوضہ کی طرح کی کڑی شرائط نہیں ہیں۔ مثلا

ا۔ فریقین کے سرمایہ کی نسبتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔

۲- مذہب کا یکساں ہونا ضروری نہیں: مسلم کافر کے درمیان بھی یہ مشارکت ہو سکتی ہے۔

۳- بچے اور بڑے کے درمیان مشارکۃ العنان ہو سکتی ہے۔

۴- مشارکے مال میں جائیداد کے استعمال و تصرف کے اختیارات اور کاروبار کے معاملات میں حصہ لینے کی شرائط مختلف ہو سکتی ہیں۔ سرمایہ کا مساوی ہونا ضروری نہیں۔

۵۔ منافع کی تقسیم سرمایہ کے تناسب سے نہیں بلکہ آپس میں طے شدہ شرحوں کے مطابق کی جاتی ہے۔

٦۔ نقصان میں مشارکہ فریقین کے مسایوں کی نسبت سے ہو گی۔

تمام فقہاء شرکۃ العنان کو جائز قرار دیتے ہیں"۔(25)

(ب)مشارکۃ الابدان یامشارکۃ الاعمال:

مشارکہ کی یہ قسم دو یا دو سے زیادہ فریقین کے درمیان ہوتی ہے ہاتھوں سے کام کرنے والے کاریگروں کے درمیان ہوتی ہے مثلاً بڑھی اور لوہار کے درمیان یا دو بڑھائیوں کے درمیان یا دو لوہاروں کے درمیان وغیرہ۔اس کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱)مفاوضہ (۲)عنان۔

"شرکت الاعمال(شرکہ کے عمل کو حنفی اور حنبلی جائز کہتے ہیں جبکہ شافعی اور جعفری ناجائز خیال کرتے ہیں"۔(26)

(۵)شرکۃ الوجوہ:

"شرکۃ الوجود میں دو فریق ایک دوسرے کے ساتھ شرکت کا معاملہ یوں کرتے ہیں کہ اس میں سرمایہ کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ ایک فریق کمپنی یا فرم کی وجاہت(یعنی اثر ورسوخ)کام آتا ہے۔ایک فرم اپنے اثر ورسوخ کی بنیاد پر ادھار مال خرید کر نقد پر فروخت کرتی ہے۔ایسی فرم یا ادارہ کے ساتھ مشارکہ شرکت الوجوہ کہلاتی ہے۔ حنفی،مالکی اور حنبلی مکتبہ فکر کے مطابق مشارکہ کی یہ قسم جائز ہے جب کہ شافعی اور جعفری فقہ میں یہ طریقہ ناجائز ہے"۔(27)

مشارکہ اور اس کی جدید اقسام:

"۱-مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں ۲۔کاروباری مشارکہ

۳۔محدود کمپنی ۴-انجمن امداد یاہی۔

۵-مشترکہ دکانداری"۔(28)

مشارکہ کے احکام:

(الف)نفع کی تقسیم

کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں درج ذیل امور کے پیش نظر نفع فریقین میں تقسیم کیا جائے:

۱۔نفع کی تقسیم فریقین کے درمیان طے شدہ نسبتوں سے ہوگی اور ہر فریق کا حصہ نسبت یا فی صد کی صورت میں متعین کیا جائے گا اور کسی فریق کے لئے نفع میں کوئی رقم پہلے سے متعین نہیں کی جائے گی"۔(29)

۲-نفع کی تقسیم میں میں فریقین کے سرمایہ عملی شمولیت اور ذمہ داری کو پیش نظر رکھ کر فائدہ متعین کیا جائے البتہ ان باتوں کو نظر انداز کر کے بھی نفع کی تقسیم کی جاسکتی ہے۔

۳۔مساوی سرمایہ کاری کے باوجود نفع کی نسبتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔

۴-مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کا ازالہ آئندہ ہونے والے نفع سے کیا جاسکتا ہے۔

۵-حساب کرتے وقت پہلے اصل سرمایہ علیحدہ کیا جائے گا۔اس کے بعد فاضل رقم کو دیکھا جائے گا۔اگر رقم بی تو منافع اور اصل سرمایہ پورا نہ ہو اتو نقصان۔

۶۔کاروبار کے نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ مالکان کو واپس مل جائے۔مالکان کا اپنے سرمایہ پر قبضہ عملاً بھی ہو سکتا ہے اور قانوناً بھی"۔(30)

(ب)نقصان کی ذمہ داری:

اصل سرمایہ کے ڈوب جانے والے حصہ کو نقصان کہا جاتا ہے۔اس سلسلہ میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

"ا۔فقہاء کے نزدیک نقصان ہمیشہ کاروبار میں لئے ہوئے سرمایوں کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا۔کوئی صاحب سرمایہ اپنے حصہ کے نقصان کی ذمہ داری سے نہیں جاسکتا۔

۲۔جس فریق نے کاروبار میں سرمایہ نہ لگایا ہو اس کو نقصان برداشت نہیں کرنا ہو گا جیسا کہ مشارکہ میں ہوتا ہے۔

۳۔مسلسل ہونے والے نقصان کو آئندہ ہونے والے منافع سے بتدریج منہا کیا جاسکتا ہے۔

مشارکہ اور صنعتی کاروبار

صنعتی کاروبار کے سلسلہ میں ہمیں اسلامی فقہ میں مباحث نہیں ملتے، لیکن اس کے مقابلہ میں کاروبار کی ہر شکل جو ایک فرد کے لیے انفرادی طور پر جائز ہے۔اس میں مشارکہ بھی جائز ہے۔ مثلاً تجارتی کاروبار کے لئے شرکت اور مشارکہ زرکی کاروبار کے لئے مزارعات اور مساقات اور سادہ صنعت و حرفت کے لیے شرکت ضائع (شرکت ابدان) یا شرکت عمل۔ صنعتی کاروبار کے سلسلہ میں اسلامی فقہ میں تذکرہ نہ ہونے کا سبب اس زمانے میں صنعتوں کا نہ ہونا ہے لیکن چونکہ کاروبار میں مشارکہ جائز ہے اسی بناء پر صنعتی کاروبار کی تنظیم وترتیب بھی مشارکہ کی بنیاد پر ہو سکتی ہے۔کیونکہ اولا: متعدد فقہاء کے نزدیک صنعتی کاروبار بھی دوسری انسانی ضروریات وخدمات کی طرح فرض کفایہ ہے۔

عبدالحمید ڈار کے بقول:

"پس جن اعمال کی انجام دہی ضرورت ہے۔ان میں اشتراک عمل ضروری نہ بھی ہو تو جائز ہے۔

دوم: موجودہ دور میں صنعتی کاروبار کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی فراہمی ایک فرد کے لئے ممکن نہیں ہوتی۔اس لئے صاحب سرمایہ لوگ آپس میں تعاون کرکے مشارکہ سے سرمایہ حاصل کرسکتے ہیں۔

سوم: غیر سودی معیشت میں سود کے حرام ہونے کی بناء پر سرمایہ کے حصول کا ذریعہ مشارکہ ہی ہے اس لئے بھی مشارکہ جائز ہے۔اسی طرح حصص کے ذریعہ کسی ایسے صنعتی کاروبار میں مشارکہ جائز ہے جو حرام اشیاء وخدمات کی پیداوار اور فروخت اور لین دین نہیں کرتا۔ مشارکہ کی بنیاد پر غیر سودی بنکاری کا مضبوط ڈھانچہ استوار کی جاسکتا ہے"۔(31)

مشارکہ متناقصہ

متناقصہ نقص سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کمی، یا عیب۔"مشارکہ متناقصہ سے مراد ایسا مشارکہ ہے جس میں ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ تدریجاً خریدنے کا وعدہ کرتا ہے حتی کہ آخر میں وہ شریک پورے اثاثہ کا مالک بن جاتا ہے"۔(32)

مشارکہ متناقصہ شراکت داری کی ایک نئی قسم ہے جس کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا اور سب سے پہلے اس کا استعمال اسلامی بینک میں ہی کیا گیا ہے۔

شرکت متناقصہ شراکت داری کی ایک ایسی قسم ہے جس میں ایک صارف (کسٹمر) ایک اثاثے یا مشینری کے مشترکہ مالکان کی حیثیت سے ایک معاہدے میں شریک ہوتے ہیں۔اس میں سرمایہ کاری کرنے والا فریق (بیک وقت) اپنے حصص کو مختلف اکائیوں میں تقسیم کرے گا اور کسٹمر یہ حصص (یک حصص) آہستہ آہستہ خاص اوقات میں (جو کہ طے شدہ اوقات ہوں گے) اس وقت پر بینک سے خریدتا رہے گا۔ نیز ساتھ ساتھ بیک اپنے حصص کو استعمال کرنے کے عوض کرایہ بھی وصول کرے گا۔ جیسے جیسے بینک کے حصص کم ہوتے جائیں گے کرایہ بھی کم ہوتا

جائے گا۔ خریدنے کے عمل کے دوران آہستہ آہستہ صارف کا حصہ بڑھتا جائے گا یہاں تک کہ وہ بینک کے سارے حصص خرید کر اکیلا مالک بن جائے گا۔

اسلامی بینکوں میں مشارکہ متناقصہ کا استعمال عموماً ٹھوس اثاثہ جات کی تمویل (Fixed Asset Financing) میں کیا جاتا ہے، اور کبھی کسی کاروبار میں مشارکہ متناقصہ کے ذریعہ مالی تمویل کاری کی ضروریات کو بھی پورا کیا جاتا ہے۔

"شرعیہ اسٹینڈرز (Standards) کے مطابق مشارکہ متناقصہ کا شمار شرکۃ العقد کی قسم شرکۃ العنان میں سے ہے"۔(33)

مروجہ اسلامی بینکوں کے تعامل سے یہ محسوس ہوتا ہے وہ اسے شرکۃ الملک کی حیثیت دیتے ہیں۔ اسلامی بینکوں میں مشارکہ متناقصہ کے ذریعہ عموماً جن چیزوں میں تمویل کی جاتی ہے ان میں ہاؤس فنانسنگ، کار فنانسنگ، پلاٹ اور مشینری فنانسنگ وغیرہ شامل ہیں۔

مشارکہ متناقصہ کی صحیح شرعی کیفیت

مشارکہ مناقصہ کی درست ترین صورت اس وقت بن سکتی ہے جب اس میں وارد شرعی اعتراضات کو ختم کیا جائے:

(1) بنک مشارکہ کے آغاز میں صارف سے وعدہ لے سکتا ہے کہ صارف بینک کا حصہ خریدے گا لیکن اس وعدہ کا قانونی التزام نہ ہو۔

(2) مشارکہ کا معاہدہ اور مشارکہ میں بینک کا اپنا حصہ لینے کا معاہدہ الگ الگ ہونا چاہئے، دونوں معاہدوں کو ایک ہی معاہدے میں جمع نہ کیا جائے۔

(3) مشارکہ تناقصہ میں صدقہ کا کوئی جواز نہیں، چونکہ یہ ایک خرید و فروخت کا معاہدہ ہے لہذا اس میں بنک صارف پر کوئی جبر و زبردستی نہیں کر سکتا، البتہ اتنا ضرور کیا جاسکتا ہے کہ صارف پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اگر وہ بینک سے اس کا حصہ نہیں خریدے گا تو بینک اپنا حصہ (Share) کسی اور کو فروخت کرنے میں آزاد ہو گا۔

عقلی دلائل

درج ذیل عقلی دلائل بھی مشارکہ کے جواز کو پیش کرتے ہیں

۱۔ دو افراد مل کر زیادہ سرمایہ سے بڑے پیمانے پر کاروبار کر سکتے ہیں اس طرح زیادہ منافع کا حصول بھی ممکن ہے اور بڑے پیمانے کے کاروبار کے لیے سرمایہ بھی آسانی سے فراہم ہو سکتا ہے۔

۲۔ یہ بات بھی ممکن ہے کہ ایک فرد کے پاس سرمایہ موجود ہے لیکن وہ کاروبار معلومات کی پوری طرح سمجھ نہ رکھتا ہو یا اس اکیلے فرد کے لیے سارا کاروبار خود چلانا مشکل ہو ان صورتوں میں وہ دوسرے فریق کے ساتھ مشارکہ کے ذریعے بہتر کاروبار کر سکتا ہے

۳۔ شرکت کی صورت میں تقسیم کار کے اصول کو اپنانا ممکن ہو جاتا ہے جس سے شرکاء کی استعداد عملی طور پر بڑھ جاتی ہے اور کاروبار کی کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔

اقساط کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ

المعاییر الشرعیہ میں ہے:

"يجوز أن ينص في عقد المرابحة للآمر بالشراء على التزام العميل المشتري بدفع مبلغ أو نسبة من الدين تصرف في الخيرات في حالة تأخره عن سداد الأقساط في مواعيدها المقررة، على أن تصرف في وجوه الخير بمعرفة هيئة الرقابة الشرعية للمؤسسة ولا تنتفع بها المؤسسة"۔(34)

"جائز ہے کہ مرابحہ کے معاہدے میں صارف (خریدار) کا مقررہ وقت پر اقساط کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں ایک مخصوص رقم یا قرض کے تناسب سے کچھ رقم کی ادائیگی کا التزام بھی تحریر کر دیا جائے جو کہ فلاحی کاموں میں استعمال کی جائے گی، ایسے فلاحی کام جو اس بینک کے شریعہ سپروائزری بورڈ کی معرفت میں ہوں، اور اس رقم سے بینک کوئی فائدہ حاصل نہ کرے"۔

اسٹیٹ بینک کی ہدایات

"Where any amount is required to be paid by the Client under the Principal Documents on a specified date and is not paid by that date, or an extension thereof, permitted by the Institution without any increase in the Contract Price, the Client hereby undertakes to pay directly to the Charity Fund, constituted by the Institution2 "(35)

"جب بنیادی معاہدہ کے تحت صارف پر ایک مقررہ وقت میں مخصوص رقم کی ادائیگی لازم ہو اور وہ ادائیگی نہ کر سکے، اگرچہ بغیر کسی اضافی رقم کے بینک کی جانب سے اس مدت میں توسیع کر دی جائے تو بھی نادہندہ رہے، تو اس معاملہ میں صارف اپنے اوپر یہ لازم کرے کہ وہ بینک کے خیراتی فنڈ میں کچھ رقم دے گا"۔

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"تاخیر کے سدباب کا ایک معقول طریقہ وہ ہے جو میں نے ابتداء میں پیش کیا تھا اور وہ بعد میں کافی مقبول ہوا، وہ یہ کہ مرابحہ یا اجارہ کے معاہدے میں مدیون یہ بات بھی لکھے کہ اگر میں نے ادائیگی میں تاخیر کی تو اتنی رقم کسی خیراتی کام میں خرچ کروں گا۔ یہ رقم دین (قرض) کے تناسب سے بھی طے کی جاسکتی ہے۔ ایسی رقم سے ایک خیراتی فنڈ بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس فنڈ سے کسی کی امداد بھی کی جاسکتی ہے اور اس سے لوگوں کو بلاسود قرض بھی دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ رقم بینک کی آمدنی میں شامل نہیں ہوگی۔ یہ طریقہ زیادہ مفید اس لئے ہے کہ اس طریقہ میں رقم کی شرح متعین نہیں، زیادہ سے زیادہ بھی رکھی جاسکتی ہے، اس سے قرضدار پر دباؤ ہوگا"،(36)

دلیل: اس صدقہ کے جواز کے لئے دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ بعض مالکیہ کا مؤقف ہے کہ اگر کوئی شخص قرض لیتے ہوئے ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اپنے اوپر صدقہ کی شرط لگالے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرے اور اس کے لئے امام حطاب المالکی کی اس عبارت کو پیش کیا جاتا ہے:

"إذا التزم أنه إذا لم يوفه حقه في وقت كذا، فعليه كذا وكذا لفلان أو صدقة للمساكين فهذا محل الخلاف المعقود له هذا الباب، فالمشهور أنه لا يقضي به ... وقال ابن دينار يقضى به"۔(37)

"جب قرضدار اپنے اوپر یہ لازم کرے کہ اس نے قرض خواہ کا حق اس کے وقت پر ادا نہیں کیا تو اس پر فلاں (غیر قرض خواہ) کے لئے اتنا مال لازم ہے یا مساکین کو صدقہ کرنا لازم ہے، تو اس میں اختلاف ہے، اور اسی کو بیان کرنے کے لئے یہ باب باندھا گیا ہے، پس مشہور (راجح قول) یہ ہے کہ اس پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اور ابن دینار کہتے ہیں کہ اس پر فیصلہ کیا جائے گا"۔

(1) راجح قول کے مقابلہ میں مرجوح کا اختیار: اس معاملہ میں مالکیہ کے علاوہ دیگر تمام مسالک میں اجماع ہے کہ ادائیگی قرض میں تاخیر کی صورت میں قرضدار پر کسی بھی قسم کا جرمانہ یا قرضدار کا اپنے اوپر التزام جائز نہیں۔ صرف مالکیہ میں اختلاف ہے اور وہ بھی جیسا کہ امام حطاب مالکی رحمہ اللہ نے خود ذکر کیا کہ یہ قول مالکیہ میں سے صرف ابن دینار اور ابن نافع کا ہے اور مالکی مسلک میں یہ قول" مرجوح یعنی ناقابل قبول" ہے، اور راجح قول وہی ہے جو دیگر تمام ائمہ ومفتیان کا ہے۔

علامہ قاسم ابن قطلوبغا حنفی کہتے ہیں:

"إني قد رأيت من عمل في مذهب أئمتنا بالتشهي، حتى سمعت من لفظ بعض القضاة: وهل ثمّ حجر؟ فقلت: نعم. اتباع الهوى حرام، والمرجوح في مقابلة الراجح بمنزلة العدم"۔(38)

"میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جو ہمارے ائمہ کے مسلک میں اپنی خواہشات سے عمل کرتے ہیں، حتی کہ میں نے بعض قاضیوں کو یہ کہتے سنا: کہ کیا یہ ممنوع ہے؟، میں نے کہا: جی ہاں بالکل، خواہشات کی پیروی حرام ہے، اور راجح قول کے مقابلہ میں مرجوح، معدوم (بالکل نہ ہونے) کی حیثیت رکھتا ہے"۔

اسی طرح ابن عابدین حنفی لکھتے ہیں:

"الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه، أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجّحه علماء مذهبه، فلا يجوز له العمل أو الافتاء بالمرجوح"(39)

"جو شخص خود کوئی عمل کرنا چاہے یا کسی اور کو فتوی دینے لگے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قول کو اختیار کرے جسے اس کے مذہب کے علماء نے راجح قرار دیا ہے، اور اس کے لئے کسی مرجوح قول پر عمل کرنا یا فتوی دینا جائز نہیں"۔

خود مالکی مسلک کے عالم ابو الولید الباجی فرماتے ہیں:

"وأما الحكم والفتيا بما هو مرجوح فخلاف الإجماع"۔(40)

"مرجوح قول پر فیصلہ کرنا یا فتوی دینا (علماء کے) اجماع کے خلاف ہے"۔

(1) علامہ یوسف قرضاوی:

جو کہ معروف عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی بینکنگ کے پر زور حامی بھی ہیں اور قطر اسلامی بینک اور فیصل اسلامی بینک کے شریعہ بورڈ کے چیئرمین ہیں کہتے ہیں:

"أن المرابحة هي قريبة من التمويل الربوي"" مشيرا إلى أنه للأسف أصبحت المصرفية الإسلامية سجينة للمرابحة وأصبحت 95 في المائة من عملياتها في المرابحة بحسب تقديراته"(41)

"مرابحہ سودی تمویل کے بہت قریب ہے اور افسوس ہے کہ اسلامی بینک مرابحہ کے "قیدی" بن گئے ہیں، اور میرے اندازے کے مطابق اسلامی بینکوں کے تمام معاملات میں مرابحہ کی نسبت 95 فیصد ہے"۔

جو اسلامی بینکوں کی جنرل کونسل کے سربراہ، اور البرکہ اسلامی بینک اور اردن اسلامی بینک کے بانی ہیں کہتے ہیں:

" بشرنا الناس بأن [المصرف الإسلامي سيقود الأمة] نحو التنمية الاقتصادية وزيادة المصادر وتشغيل العاطل وتأهيل العاجز، ولكن أقول بكل الصدق والتجرد: أننا أخذنا مفهوم البنك [الربوي]، ولم نستطع أن نتجاوز نمط الوساطة المالية؛ فأصبحت الصيغ الاستثمارية المفضلة لدى البنوك الإسلامية هجينًا بين القرض والاستثمار يحمل معظم سمات القرض الربوي وعيوب نظام الرأسمالي الغربي ويعجز عن إبراز معالم الاستثمار الإسلامي المبني على المخاطرة وعلى الاستثمار الحقيقي۔"

"اسلامی بینکنگ کے آغاز میں ہم نے لوگوں کو یہ خوشخبری دی تھی کہ اسلامی بینک اس امت کو اقتصادی ترقی، ذرائع آمدنی میں اضافہ، بے روزگار کو روزگار اور عاجز کو باصلاحیت بنانے کی جانب گامزن کرے گا، لیکن اب میں بالکل سچائی اور غیر جانبداری سے کہتا ہوں کہ: ہم نے

سودی بینکوں کا ہی مفہوم اپنا لیا ہے، ہم ایک درمیانی مالی واسطہ کی حیثیت سے آگے ہی نہ بڑھ سکے، اور اب اسلامی بینکوں کا سب سے پسندیدہ طریقہ سرمایہ کاری، قرض اور سرمایہ کاری کا دوغلی نسل کا بچہ ہے، جس میں سودی قرض کی اکثر علامات بھی ہیں اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی خامیاں بھی ہیں، اور یہ اسلامی بینک اسلامی سرمایہ کاری کی اکثر صفات کے اظہار سے لاچار ہے جو کہ مخاطرت اور حقیقی سرمایہ کاری پر مبنی ہے"۔

خلاصہ کلام

جدید مالیاتی اور تجارتی نظام نے شراکت داری کے روایتی تصورات کو نئے انداز میں پیش کیا ہے، جس کے نتیجے میں فقہِ اسلامی کے سامنے نئے مسائل اور سوالات نے جنم لیا ہے۔ زیر نظر تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ فقہائے اسلام کی آراء کی روشنی میں ان جدید شرکتوں کا شرعی تجزیہ پیش کیا جائے، تاکہ موجودہ دور میں اسلامی معیشت کے اصولوں پر مبنی متبادل فراہم کیے جا سکیں۔ تحقیق میں کلاسیکی فقہ میں موجود شرکت کی اقسام جیسے شرکتِ عنان، مفاوضہ، ابدان، متناقصہ اور ملک کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور ان کا تقابل جدید کمپنی نظامات جیسے پرائیویٹ لمیٹڈ، پبلک لمیٹڈ، کارپوریٹ شراکت داری اور شیئر ہولڈنگ ماڈلز سے کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں نفع و نقصان کی تقسیم، شراکت داروں کی ذمہ داریاں، اختیارات اور مالی شفافیت جیسے امور کا بھی فقہی تجزیہ شامل ہے۔

تحقیق میں ائمہ اربعہ کی آراء کے ساتھ ساتھ معاصر فقہاء جیسے مولانا مفتی تقی عثمانی، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، اور یوسف القرضاوی کی رائے کو بھی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مجمع الفقہ الاسلامی اور دیگر اسلامی فقہی اداروں کی قراردادیں اور فیصلے بھی حوالہ جاتی حیثیت سے پیش کیے گئے ہیں۔ ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اگرچہ روایتی فقہ میں صرف مخصوص قسم کی شرکتوں کا تذکرہ ہے، لیکن اجتہادی اصولوں کی روشنی میں جدید شراکتوں کو بھی شریعت کے دائرے میں لایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ان میں سود، غرر، دھوکہ یا ناانصافی جیسے عناصر شامل نہ ہوں۔

یہ تحقیق اس بات پر زور دیتی ہے کہ اسلامی فقہ اپنی وسعت، لچک اور اجتہادی روح کے ذریعے نہ صرف ماضی کے مسائل کا حل فراہم کرتی ہے بلکہ وہ جدید دنیا کے بدلتے ہوئے معاشی تقاضوں کو بھی اپنے اندر سمو سکتی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ فقہائے کرام اور اسلامی اقتصادی ماہرین مل کر ایسے جائز اور متبادل مالیاتی ماڈلز تیار کریں جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہوں اور عصر حاضر کی ضروریات کو بھی پورا کر سکیں۔ یہی وہ علمی و عملی جدوجہد ہے جو فقہ اسلامی کو ایک زندہ اور مؤثر نظام کے طور پر پیش کرنے کا واحد راستہ ہے۔

حوالہ جات

1 مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات اردو، ناشر: فیروز سنز لمٹیڈ، لاہور، ص448

2۔ عثمانی، عمران اشرف، مولانا، شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ادارۃ المعارف، کراچی، 2001، ص110

3۔ السعدي، ابوجيب، القاموس الفقهي (عربی) لغۃ واصطلاحا، من علماء القرن الخامس عشر، دار الفكر دمشق۔ سورية الطبعة: تصوير 1993 م الطبعة الثانية، ۱۹۸۸م، ج۱، ص۱۹۵

4۔ السعدي، ابوجيب، القاموس الفقهي (عربی) لغۃ واصطلاحا، ج۱، ص۱۹۵

5۔ ابن قدامہ المقدسی (ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد)، المغنی مکتبۃ الریاض السعودیۃ، ج5، ص3

6۔ محمد بن ابراھیم موسی، شرکات الاشخاص بین الشریعۃ والقانون، جامعۃ الامام محمد بن السعود الاسلامیہ، ریاض، 1401ھ، ص23

7۔ القرآن: 29،39

8۔ القرآن: 29،32

9۔ سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، رقم الحدیث:2936

10۔ سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، رقم الحدیث:1149

11۔ القرآن:29،4

[12] ڈار، عبدالحمید، اسلامی معاشیات، ناشر علی کتاب خانہ اردو بازار لاہور، ص175

[13] امین افندی: علی حیدر خواجہ، درر الحکام فی شرح مجلہ الاحکام، بدار الجیل طبع الاول 1411ھ-1991م، ج9، ص251

[14] امین افندی، درر الحکام فی شرح مجلہ الاحکام، ج9، ص251

[15] امین افندی، درر الحکام فی شرح مجلہ الاحکام، ج9، ص251

[16] وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر، الفقہ السلامی وادلتہ، ج4، ص729

[17] ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، شرکت ومضاربت کے شرعی اصول، اسلامی پبلیکشنز، شاہ عالمی مارکیٹ، لاہور، ص87

[18] عثمانی، عمران اشرف، مولانا، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ص144

[19] احمد بن محمد الدردیری، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک، مصر، ج3، ص455

[20] عثمانی، عمران اشرف، مولانا، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں، ص185

[21] عثمانی، عمران اشرف، مولانا، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں، ص184

[22] المرغینانی، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر، الھدایہ، دار الاشاعت، کراچی، ج3، ص3

[23] المرغینانی، الھدایہ، ج3، ص3

[24] ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، ج5، ص654

[25] ابن قدامہ، المغنی، ج5، ص654

[26] ابن قدامہ، المغنی، ج5، ص654

[27] ابن قدامہ، المغنی، ج5، ص654

[28] ڈار، عبدالحمید، اسلامی معاشیات، ص175

[29] ڈاکٹر شہزاد اقبال شام، اسلامی قانون ایک تعارف، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد 2010ء، ج2، ص78

[30] ڈار، عبدالحمید، اسلامی معاشیات، ص175

[31] ڈار، عبدالحمید، اسلامی معاشیات، 175

[32] حقیبہ، المعاییر الشرعیۃ، مکتبہ فقہاء للتدریب والاستشارات، رقم المعیار 5 / 6، ص171

[33] المعاییر الشرعیۃ، رقم المعیار 5 / 6، ص171

[34] المعاییر الشرعیۃ: المرابحۃ، رقم المعیار 5 / 6، ص97 - 98

[35] Murabaha document # 1 , Clause 10.1 State Bank of Pakistan

[36] تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ص 144

[37] أبو عبد الله محمد محمد الحطاب الرعيني، تحرير الكلام في مسائل الالتزام، ص170-172

[38] زین الدین قاسم بن قطلوبغا، تصحیح القدوری، دار الکتبہ العلمیہ بیروت لبنان، ص1

[39] امام ابن عابدین شامی، عقود رسم المفتی، ص4

[40] الإمام للقرافي، الإحكام في تمييز الفتاوى عن الأحكام وتصرفات القاضي وص92

[41] الشرق الاوسط-24/10/2010